غزل/ نظم

عارف نقوی

طائرِ آوارہ

میں اڑتا رہتا ہوں آسماں پر کہ باغ میں اب گزر نہیں ہے
عقاب رہتے ہیں تاک میں اب
کہ میرا کوئی بھی گھر نہیں ہے
سلگتی گلیوں سے آسماں تک
قضا کے شعلے بھڑک رہے ہیں
وہ میرے بچپن کا شہرِ جاناں
وہ شہر میرا شہر نہیں ہے
میں گلکدوں کو، میں بستیوں کو، میں آبگینوں کو موتیوں کو
تلاش کرتا ہوں ہر کھنڈر میں
مرا نشیمن، مرا بسیرا، مرا ٹھکانا، مرا پڑوسی
میں ڈھونڈھتا ہوں اسی شہر کو
یہاں پہ میرا شہر نہیں ہے
یہاں پہ اپنا گزر نہیں ہے
ہر ایک جا بس کھنڈر کھنڈر ہیں
نہ گنگا جمنی اودھ کی شامیں
نہ صبح کاشی، اذانِ مسجد
نہ عید و ہولی کی رونقیں ہیں
گجر کلیسا کے رو رہے ہیں
میں کس سے پوچھوں شہر کہاں ہے
جو میری خوشیوں کا آسرا تھا
وطن وہ تہذیب و شاعری کا
فنون و تعمیر و عاشقی کا
جہاں کی رونق جہاں کی عظمت
میں ڈھونڈھتا ہوں اسی وطن کو
تلاش کرتا ہوں بستیوں کو
چمن چمن کو، سمن سمن کو
میں کس سے پوچھوں کہ تھک گیا ہوں
کوئی مرا چارہ گر نہیں ہے

مگر یہ کیسی صدائے نازک
یہ راگِ الفت، یہ سازِ لذت
کوئی یہ آواز دے رہا ہے
کہ جیسے مجھ کو بلا رہا ہے
وہی ہوں میں آج بھی وہی ہوں
وہی ہوں میں آج بھی وہی ہوں
فسونِ غفلت سے جاگ پیارے
شہر کی رونق کو دیکھ پیارے
چمن کدے کا نکھار پیارے
نئے گلوں کا شمار پیارے
گلوں کی زینت
چمن کی رونق
شہر کی عظمت
وطن کی شہرت
نئی بہاروں میں رنگ گئی ہے
نئے نکھاروں سے سج گئی ہے
ہزار باہیں کھلی ہوئی ہیں
فسونِ غفلت سے جاگ پیارے
وطن کے سینے میں سر چھپا لے

Rudolf-Seiffert-Str.58, 10369 Berlin

صائم جی

○

تمہارے وصل کو اپنا ہدف کیا جائے
تمہاری یاد سے یادوں کو لف کیا جائے

حریمِ دید سے اب روشنی تو لے لی پر
ہے مسئلہ کہ اسے کس طرف کیا جائے

وہ تجربہ کو جو تعبیر کو بھی گہنا دے
ظہورِ خواب سے پہلے حذف کیا جائے

اُداس ہیں! تو اجازت ہو شاملِ محفل
ملالِ دل کو ذرا دف بہ دف کیا جائے

سرورِ خواب سے نکلیں یہ کام ہے مشکل
اگر جو نکلیں تو منہ کس طرف کیا جائے

جو دسترس سے بھی باہر ہو دستِ ہجراں کی
کوئی تو ایسا بھی صائمؔ شغف کیا جائے

میانوالی پنجاب، پاکستان